

حیدر علی آتش (غزل نمبر 2)

(بورڈ 18,22,2017ء)

شعر نمبر 1:

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے
تشریح: خواجہ حیدر علی آتش کا شمار اردو ادب کے مشہور غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ غم، عشق، غم زمانہ اور آفاقی موضوعات پر مشتمل آتش کے اشعار زندگی کی حقیقتوں کے ترجمان بھی ہیں اور معاملاتِ محبت کے عکاس بھی۔
زیر تشریح شعر میں آتش کہتے ہیں کہ ”اے محبوب! ہماری خواہش تھی کہ ہم تجھے گلاب کے پھول کے سامنے لاتے اور پھر ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے۔“

محبت کرنے والے اپنی محبت اور اپنے محبوب کا موازنہ دوسروں سے کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ محبت کرنے والا محبت کی سرشاری میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کے محبوب سے زیادہ حسین اور کوئی ہستی نہیں ہو سکتی۔ چوں کہ بلبل کو پھول کا پروانے کو شمع کا اور قمری کو سرو کا عاشق قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہر عاشق کی طرح بلبل کو بھی اپنے محبوب یعنی پھول کی خوب صورتی کا دعویٰ ہوتا ہے۔ مگر ہمارے محبوب کے حسن کے سامنے حسن کے دعوے داروں کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ میر کا کہنا ہے:

چمن میں گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا
جمال یار نے منہ اُس کا خوب لال کیا

آتش کی آرزو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہم اپنے محبوب کو پھول کے سامنے کرتے اور دوسری طرف ہم اور بلبل گفتگو کرتے۔ یعنی دونوں عاشق ایک طرف اور دونوں محبوب ایک طرف ہو جاتے۔ پھر ہماری اور بلبل کی گفتگو شروع ہو جاتی۔ بلبل پھول کا حسن، دل کشی، خوب صورتی، رنگت، نزاکت اور خوش بو بیان کرتی اور ہم محبوب کو پھول کے سامنے کر دیتے تو محبوب کا خوب صورت اور بے داغ چہرہ سامنے آتے ہی پھول کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ آتش کا کہنا ہے:

رخ بے داغ دکھلایا تو ہوتا
گل و لالہ کو شرمایا تو ہوتا

یا میر کا کہنا ہے:

بلبل نے سمجھ کے کیا تجھے نسبت دی
گل سے ہزار پردہ تو ہے نازک

جب پھول کھلتے ہیں تو بلبل اپنی دلکش آواز میں چہچہاتے ہوئے دراصل پھولوں کا حسن بیان کرتی ہے۔ بلبل کو خوش آواز پرندہ سمجھا جاتا ہے۔ پھولوں کے حسن کے ساتھ ساتھ بلبل کی خوش الحانی بھی باغ کی خوب صورتی کو چار چاند لگاتی ہے۔ لیکن اگر ہماری بلبل سے محبوب کے حسن پر گفتگو ہو تو ہم بلبل کو وہ سبق سکھا دیں کہ بلبل ہمارے سامنے پھول کے حسن کے ساتھ ساتھ اپنی دل کش آواز بھی بھول جائے۔ میر کا کہنا ہے:

بلبل غزل سرائی آگے ہمارے مت کر
سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کا محبوب جتنا زیادہ حسین ہوتا ہے اُسے اتنا ہی زیادہ بے قراری و بے چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چناں چہ آتش اس آرزو کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم محبوب اور پھول کو رو برو کر کے بلبل سے اپنی بے چینی اور بے تابی بیان کرتے۔ غرض بلبل پھول کی عارضی زندگی اور اپنی بے چینی اور بے تابی بیان کرتی اور ہم اپنی بے چینی اور بے تابی بیان کرتے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی طرح کا مضمون اپنے مشہور شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

آ عندلیب! مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(بورڈ 2009, 13, 17, 18, 22ء)

شعر نمبر 2:

پیام بر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

تشریح: خواجہ حیدر علی آتش کا شمار اردو ادب کے مشہور غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ غم، عشق، غم زمانہ اور آفاقی موضوعات پر مشتمل آتش کے اشعار زندگی کی حقیقتوں کے ترجمان بھی ہیں اور معاملاتِ محبت کے عکاس بھی۔

زیر تشریح شعر میں آتش کہتے ہیں کہ ”ہمیں کوئی پیغام پہنچانے والا نہیں ملا تو یہ بہت اچھا ہوا کیوں کہ ہم اپنی آرزو کی وضاحت دوسروں کی زبان سے کیسے کراتے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سے ایک اہم نعمت قوتِ اظہار بھی ہے کہ انسان جو کچھ سوچتا ہے اسے لفظوں کی صورت دے سکتا ہے۔ افراد کے درمیان اگر محبت کا تعلق موجود ہو تو انسان اپنی دلی کیفیات محبوب تک پہنچانا چاہتا ہے۔ انسان جب براہِ راست محبوب سے بات نہ کر سکتا ہو تو اسے پیام بر کے وسیلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

مجھ کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش
نامہ بر کو ہے اُن کے گھر کی تلاش

آتش کا موقف یہ ہے کہ ہمیں محبوب تک پیغام پہنچانے کے لیے کوئی نامہ بر یا پیام بر نہیں ملا تو یہ اچھا ہوا کیوں کہ کسی بیگانے کی زبان سے ہماری محبت کا ذکر ہو یہ اچھا نہیں لگتا۔ اردو شاعری میں نامہ بر کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر ایک نامہ بر عاشق کا پیغام لے کر جائے تو اس بات کا امکان باقی رہتا ہے کہ نامہ بر حقیقت کے برعکس غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنا کوئی ذاتی فائدہ اٹھالے۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

نامہ بر ایک بھی سچا نہیں دیکھا ہم نے
سیکڑوں مفت کے نام لیے جاتے ہیں

درحقیقت محبوب سے گفتگو اور بات چیت کا اپنا ہی لطف اور مزہ ہوتا ہے۔ اگر محبوب سے گفتگو نامہ بر کی وساطت سے ہوگی تو گفتگو کا لطف اور مزہ نامہ بر لے جائے گا اور عاشق اپنی کہانی اپنی زبانی سنانے کا مزہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

نامہ بر نے طے کیے سارے پیام
منہ زبانی کا مزہ جاتا رہا

محبوب صرف الفاظ کے ذریعے گفتگو نہیں کرتا بلکہ محبوب کی ایک ایک ادا میں عاشق کے لیے سوسو پیغام موجود ہوتے ہیں اور عاشق محبوب کی اداؤں میں اُس کے کئی جواب بھانپ لیتا ہے۔ اگر نامہ بر کی وساطت سے محبوب تک پیغام پہنچایا جائے تو نامہ بر محبوب کی اداؤں کو نہیں سمجھتا۔

یوں وہ محبوب کے کئی جوابات بھی نہیں سمجھ پاتا اور پیغامِ محبت ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ مومن خان مومن کا کہنا ہے:

ایک ایک ادا سو سو جواب دیتی ہے اُس کا
کیوں کر لبِ قاصد سے پیغام ادا ہوتا

خواجہ میر درد کا کہنا ہے:

قاصد نہیں یہ کام ترا، اپنی راہ لے
اُس کا پیام دل کے سوا کون لاسکے؟

اصل میں محبت ایسا جذبہ ہے کہ انسان اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس جذبے کو، اس رشتے کو نظر نہ لگ جائے۔ آتش یہ نہیں چاہتے کہ وہ کسی بیگانے کے سامنے اپنے دل کا راز کھولیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بات کوئی دوسرا رخ اختیار کر لے اور وہ بیگانہ بھی محبوب کا دیوانہ اور ہمارا رقیب بن جائے۔ غالب نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا:

ذکر اس پری و ش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

(پور ڈ 2018ء)

شعر نمبر 3:

مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جستجو کرتے

تشریح: خواجہ حیدر علی آتش کا شمار اردو ادب کے مشہور غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ غمِ عشق، غمِ زمانہ اور آفاقی موضوعات پر مشتمل آتش کے اشعار زندگی کی حقیقتوں کے ترجمان بھی ہیں اور معاملاتِ محبت کے عکاس بھی۔

زیر تشریح شعر میں آتش کہتے ہیں کہ ”سورج اور چاند بھی میری طرح گردش میں ہیں انھیں بھی کسی محبوب کی تلاش ہے۔“

کائنات کی ہر شے دوست کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا ہے اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے جسے اللہ نے زمین پر اپنا جانشین بنا کر بھیجا ہے اس کی ضروریات کی نوعیت ایسی ہے کہ انسان تنہا رہ کر وہ ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتا ہے۔ انسان کا لفظی معنی ہے محبت کرنے والا۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی جستجو اور تلاش میں وہ جگہ جگہ بھٹکتا پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبوب کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے انسان خود کو کھو بیٹھتا ہے۔ میر کا کہنا ہے:

اُسے ڈھونڈتے میر کھوئے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

عاشق چاہے معاشرے کا معمولی فرد ہو یا مشہور و معروف شخصیت اُسے محبوب کی تلاش اور جستجو رہتی ہے۔ عشق میں یہ خاصیت ہے کہ عاشق کو محبوب کی جستجو اور تلاش میں گلی گلی، کوچہ کوچہ اور نگر نگر آوارہ بھٹکنا پڑتا ہے۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

عشق خانہ خراب کے ہاتھوں
در بدر شہریار پھرتے ہیں

جس طرح عاشقِ محبوب کی تلاش میں در بدر بھٹکتا رہتا ہے، دیکھا جائے تو اُسی طرح سورج اور چاند بھی گردش میں ہیں۔ سورج اپنے مدار

میں گردش کرتا ہے اور چاند ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال کا سفر طے کرتا ہے۔ چنانچہ آتش کا موقف یہ ہے کہ چاند اور سورج کو گردش کرتے دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے وہ بھی میری طرح کسی دوست کی تلاش میں ہیں۔ گویا کائنات کی کوئی شے بھی تنہا نہیں رہنا چاہتی۔ ہر کسی کو ایک دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ آتش کا کہنا ہے:

ترے جو یا ہیں محبوب یہ بھی
پھرا کرتے ہیں گھر گھر چاند سورج

تشریح: طلب شعر میں آتش سورج اور چاند کو خود سے تشبیہ دے رہے ہیں کیوں کہ سورج اور چاند بھی اپنے اپنے مدار پر چکر کاٹ رہے ہیں اور عاشق بھی محبوب کی تلاش اور جستجو میں آوارہ رہتا ہے اور در بدر چکر کاٹتا رہتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ سورج اور چاند بھی کسی کی جستجو اور تلاش میں ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک نظم میں چاند کو مخاطب کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

میں مضطرب زمیں پر، بے تاب تُو فلک پر
تجھ کو بھی جستجو ہے، مجھ کو بھی جستجو ہے

داغ دہلوی کا کہنا ہے:

تلاش یار میں چھوڑی نہ سرزمین کوئی
ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسمان کی طرح

(بورڈ 22، 2017ء)

شعر نمبر 4:

ہمیشہ میں نے گریباں کو چاک چاک کیا
تمام عمر رفوگر رہے رفو کرتے

تشریح: خواجہ حیدر علی آتش کا شمار اردو ادب کے مشہور غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ غم، عشق، غم زمانہ اور آفاقی موضوعات پر مشتمل آتش کے اشعار زندگی کی حقیقتوں کے ترجمان بھی ہیں اور معاملاتِ محبت کے عکاس بھی۔

زیر تشریح شعر میں آتش کہتے ہیں کہ ”میں نے ہمیشہ اپنا گریباں تار تار کیا اور تمام عمر رفوگر رفو کرتے رہے۔“

محبت کرنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا محبوب اس کی نظروں کے سامنے رہے۔ جوں جوں محبت بڑھتی ہے محبوب کو دیکھنے کی خواہش میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب محبت کرنے والا اپنے محبوب کو نہ دیکھ سکے تو وہ اس ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر جب بہار کے موسم میں ہر طرف پھول کھلے ہوتے ہیں، ماحول خوش گوار ہوتا ہے تو محبوب کی کمی کا احساس شدت اختیار کر جاتا ہے اور اُس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس خوش گوار ماحول میں محبوب بھی اُس کے ساتھ ہو۔ مگر جب محبوب اُس کے پاس نہیں ہوتا تو انسان گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے اور اس پر جنوں کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسی کیفیت میں وہ اپنا گریباں چاک کر دیتا ہے۔ خواجہ میر درد کا کہنا ہے:

اپنے ہاتھوں کے بھی میں زور کا دیوانہ ہوں
رات دن کشتی ہی رہتی ہے گریباں کے ساتھ

ہر عاشق کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا محبوب اُس کے ساتھ ہو۔ عاشق کی اس خواہش کے برعکس جب محبوب عاشق سے بے رُخی و بے اعتنائی سے پیش آتا ہے تو عاشق کے لیے یہ کیفیت انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے یہاں تک کہ ایک موقع یہ آتا ہے کہ وہ جنون، دیوانگی، پاگل پن اور وحشت کا شکار ہو جاتا ہے اور اُس کے پاس گریباں چاک کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ میر تقی میر کا کہنا ہے:

اُن نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا
 کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا
 آتش کا موقف یہ ہے کہ میرے دوست میرا پھٹا گریباں ہمیشہ سینے کی کوشش کرتے رہے لیکن میرے جنون کی شدت میں کمی واقع
 نہ ہوئی اور میں ہمیشہ اپنا گریباں تار تار کرتا رہا۔ چوں کہ جنون کے ہاتھوں چاک شدہ دامن محبوب کی محبت کی نشانی ہے اسی لیے میری یہ خواہش
 ہے کہ اسے رفو نہ کیا جائے۔ عدم کا کہنا ہے:

چاک دامن مرا رفو نہ کرو
 یہ کسی دوست کی نشانی ہے

اردو شاعری کی یہ روایت ہے کہ محبت کرنے والے جنون اور وحشت کا شکار ہو کر جب اپنا دامن چاک چاک کرتے ہیں تو عام طور پر اُن
 کے دوست و احباب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اُن کا گریباں سلامت رہے۔ لیکن صرف ظاہری آثار دور کرنے سے کبھی کوئی مسئلہ دور نہیں ہوا کرتا بلکہ
 مسئلہ اسی وقت حل ہوتا ہے جب اس کے اسباب دور کیے جائیں۔ جب تک محبت کرنے والے کو اس کا محبوب نہ ملے تو فقط گریباں سینے سے مسئلہ
 حل نہیں ہو سکتا اور جب محبوب ہی نہ ہو تو عاشق دوستوں کی چارہ گری سے بے پروا ہوتا ہے اور اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کے دوست
 اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر
 چھوڑ دیں مجھ کو مری تقدیر پر

آتش کا موقف یہ ہے کہ عاشق کا چاک ہوا گریباں رفو گر رفو تو کر لیتے ہیں لیکن اس سے عاشق کی وحشت، جنون اور دیوانگی میں کمی نہیں
 آتی اور وہ اپنا گریباں چاک چاک کرتا رہتا ہے۔ دوست غم خواری میں عاشق کے زخموں پر مرہم لگا کر علاج کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور عاشق
 جنون میں اپنے زخم نوچتا رہتا ہے۔ غالب کا کہنا ہے:

دوست غم خواری میں مری سعی فرمائیں گے کیا
 زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا

شعر نمبر 5:

نہ پوچھ عالمِ برگشتہ طالعی آتش
 برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

مفہوم:

اے آتش ہماری بد قسمتی کا کچھ مت پوچھو کہ اگر ہم بارش کی دعا مانگیں تو آسمان سے آگ برسنے لگے۔

☆☆☆☆☆